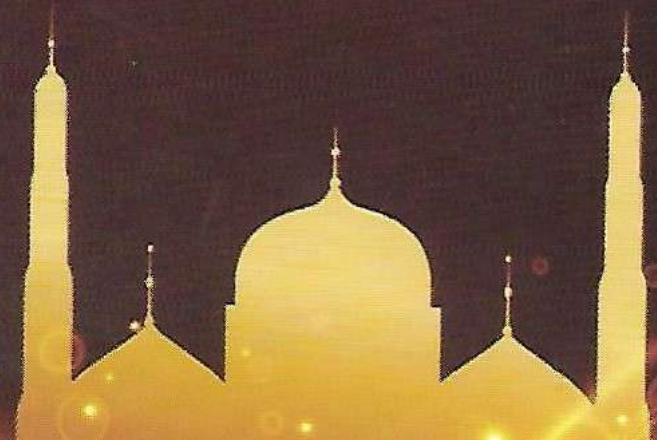


# پیغام حق کی ترسیل

اہمیت اور لائحہ عمل

محمد اقبال ملا



# پیغام حق کی ترسیل

## [اہمیت اور لائچہ عمل]

محمد اقبال مُلّا

سکریپٹی جماعت اسلامی ہند



مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

## ترتیب

۵	پیش لفظ
۷	پیغامِ حق کی ترسیل
۸	منصوبے کا اہم نکتہ۔ دعوت
۹	موہوم اندیشے
۱۰	اندیشوں کا جائزہ
۱۲	دعوت کے بارے میں چند حقائق
۱۳	دعوت کے موقع سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے
۱۵	دعویٰ سرگرمی کو نتیجہ خیر بنائیں
۱۶	وحدتِ ادیان کا مسئلہ
۱۸	فریضہ دعوت کے لیے علمی و عملی تیاری

---

γ

## پیش لفظ

اُقامت دین یعنی دین کے قیام کی واضح اور خاص علامت یہ ہے کہ شہادت حق کا فریضہ انجام پار ہوا اور نئی نوع انسان کو دین حق کی طرف دعوت دینے میں تسلیم سے کام نہ لیا جاتا ہو۔

امت مسلمہ کو عظمت و عزت کے جس بلند مقام پر فائز کیا گیا ہے اور جس کی وجہ سے اسے دنیا میں ایک امتیاز حاصل ہے، وہ یہی ہے کہ وہ پاسبان عالم ہے۔ اس سے برتر و بلند کسی دوسرے مقام کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن مسلمانوں کی بے تجزی کی کیفیت یہ ہے کہ انھیں اپنے بلند مقام کا احساس تک نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ذہن و فکری لحاظ سے افلام میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم نے واضح الفاظ میں انھیں شہداء علی النّاس کہا ہے۔ اور خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آتُنُمْ شُهَدًا إِنَّ اللّٰهَ فِي الْأَرْضِ (تم زمین میں خدا کے گواہ ہو)۔ یعنی تمہیں سارے عالم میں حق کی گواہی دینی ہے۔ اور اس فرض کو اس طرح انجام دینا ہے کہ کوئی بھی شخص عذر پیش نہ کر سکے کہ اسے حق سے باخبر اور آگاہ کرنے والا کوئی ملا ہی نہیں۔ اسلامی دعوت کیا ہے؟ اس کے مقتضیات کیا ہیں؟ کار دعوت کے لیے کس علمی و فکری تربیت کی ضرورت ہے اس نوع کے اہم سولات پر اس کتاب میں گفتگو کی گئی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اہل ایمان ہی اس پوزیشن میں ہیں کہ وہ دنیا کو حق کی طرف دعوت دے سکیں۔ ان کے پاس دین حق مستند شکل میں موجود ہے جس کی دنیا کو ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو صرف اہل ایمان ہی پورا کر سکتے ہیں۔ مزید برآں یہ ان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کی ضرورت کو

پورا کرنے کی فکر کریں۔ دین سراپا خیر ہے اور قابل قبول و قابل عمل ہے۔ وہ جیسا ہے ویسا ہی پیش کریں۔ ایمان کے دعویدار اگر ایسا نہیں کرتے تو دنیا میں اس سے بڑا تم دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین اس کتاب سے پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ خدا اس سعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمين۔

خاکسار

محمد فاروق خاں

---

## پیغام حق کی ترسیل

ادھر کچھ عرصے سے ہمارے ملک ہندوستان میں افسوس ناک تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ اس کے نتیجے میں بالخصوص مسلمانوں اور بالعموم دیگر اقلیتوں اور عام آبادی کو سنگین مسائل اور چیزوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ حالات پر نظر رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ ملک میں جمہوریت کی جگہ فسلا نیت اپنے قدم بھاری ہے۔ ایک غیر اعلان شدہ ایم جنپی جیسے حالات پیدا کردیے گئے ہیں۔ اقلیتوں اور بے قصوروں کی جان و مال اور عزت و شرف مسلسل شرپسندوں کے حملوں کی زدیں ہیں۔ اسی کے ساتھ مذہبی شخص اور آزادی بھی خطرے میں ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی عام ہے اور عدل و انصاف سے لوگوں کو محروم کیا جا رہا ہے۔ ظالموں، شرپسندوں اور لٹیروں کی حوصلہ افزائی اور پشت پناہی کے نتیجے میں خوف اور دہشت کا راج قائم ہوتا جا رہا ہے۔ ملک کے حالات بہتر ہونے کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔

ایسے حالات میں ایک جامع لائجہ عمل کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر ملت کے اہل دانش، سیاسی قائدین، علمائے کرام اور سماجی کارکنان کو خور کرنا چاہیے۔

بنیادی حقیقت یہ ہے کہ ملت اسلامیہ اپنی ہمہ جہت اصلاح و تربیت کے لیے کمر بستہ ہو جائے اور دعوت و تبلیغ کو ایک مشن کے طور پر اختیار کر کے سرگرم عمل ہو تو ملک کی تعمیر و ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انسانیت کی تعمیر و ترقی اور اصلاح و تربیت کا کام سپرد کیا ہے۔ یہاں کے اصل مشن دعوت و تبلیغ کا ہم پہلو ہے۔ قرآن و سنت اور صحابہ کرامؐ کی مبارک زندگیاں اس کا نمونہ ہیں۔ مسلمانوں کے عروج کے دور کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

اپنی ہمہ جہت اصلاح و تربیت کے ساتھ انہوں نے اسلامی اخلاق و کردار کا نمونہ پیش کیا اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ دنیا میں انجام دیا تو وہ کام یاب رہے۔ اور دنیا نے ان کی رہنمائی سے فائدہ اٹھایا۔ آج دنیا میں مسلمانوں کے بہت سے ممالک بیں۔ ان ممالک کے ایجاد سے اور منصوبوں میں تعلیم، صحت، سیاست، میں عیشت دفاع وغیرہ شامل ہیں، لیکن بالعموم دعوت دین پر توجہ نہیں ہے۔ ملک کے وسائل کا استعمال کارِ دعوت کے لیے نہیں ہوتا۔ دعوت کے اصل مشن سے غافل ہو جانے کے بعد ساری دنیا میں مسلمان بے حیثیت ہو گئے ہیں۔ ان کی طاقت، اور اثر ناقابل ذکر ہے۔ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ان کے حالات زیادہ تشویشاً ک ہیں۔ بہت سے خطوطوں میں وہ بے یار و مددگار اور اکثریت کے رحم و کرم پر ہیں۔

حالات کو درست کرنے کے لیے جامع لائچہ عمل درکار ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ملت کی قوت اور سر بلندی، تعمیر و ترقی کے لیے قرآنی تعلیم اور حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی کیا ہے؟ قرآن کے اصولوں اور حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی پر صحابہ کرامؐ اور اسلاف صالحین نے عمل کیا تو 7 ویں صدی سے 12 ویں صدی تک دنیا کی علمی فکری اور تہذیبی قیادت انہوں نے کی۔ اس دور میں انسانیت، اخلاق اور وحانیت کی بہار آئی۔ انسان کی عظمت اور شرف بحال ہوئی۔ عدل و انصاف قائم ہوا۔ ظلم و تشدد اور حقوق انسانی کا خاتمه ہوا۔ مخالفین کے ساتھ بھی مذہبی رواداری برقرار گئی۔ اور انسانوں کی تکریم کا رویہ اختیار کیا گیا۔ دشمن بھی پکارا ٹھے کہ اہل ایمان کا گروہ خدا کی رحمت کا ظہور ہے۔ ان کے حسن سلوک اور عدل کے نتیجے میں دنیا میں امن و امان کا گھوارہ بنی۔ اس دور میں کوئی عالم گیر جنگ نہیں لڑی گئی نہ خوف ناک نیوکلیئر ہتھیاروں کا مستسلہ پیش آیا۔

### منصوبے کا اہم نکتہ - دعوت

دعوت الی اللہ لازم ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح یہ بھی دین کا تقاضا ہے۔ ایمان کا فریضہ دعوت کی ادائیگی کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ حق کی تبلیغ کے بغیر محبت رسول ﷺ اور اتباع رسول کے دعوے معتبر نہیں ہیں۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے علمی و فکری تیاری اور قلب و روح کی یکسوئی درکار ہے۔

دعوت کی ذمہ داری بھاری اور نازک ہے، اللہ کے اجر کی توقع نے اس کی ادائیگی کو

آسان اور ممکن بنادیا ہے، یہ دعوت انسان کی فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ دعوت پیش کی جاتی ہے تو اسے سمجھنے کے لیے مخاطب کو اپنی فطرت سے کوئی کشکاش نہیں کرنی پڑتی۔ انسان کی فطرت حق شناس ہے الحاد اور باطل افکار و نظریات کی یورش اس فطرت کو نہیں بول سکتی۔ یہ دعوت اسلامی کا انتیازی پہلو ہے۔ دوسری دعوتیں اس سے یکسر محروم ہیں۔

مخلص داعی کو دعوت کے کام میں کسی مصنوعی انداز کی ضرورت نہیں۔ فریضہ دعوت کی ادائیگی فطری انداز میں ہو سکتی ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں سیدھے سادے طریقے پر انسانوں سے بات چیت ہونی چاہیے۔ محض تقریروں، کتابوں، فولڈر س اور تبادلہ خیال سے یہ فریضہ انجام نہیں پاتا، بلکہ دعوت دینے والے فرد یا گروہ کا کردار بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مخاطبین کے ساتھ عملی رویہ، اچھا اخلاق، حسن سلوک، خیرخواہانہ طرز عمل سب دعوت میں معاون ہیں۔ اچھا کردار دعوت کی موثر تریلی کی ضمانت ہے۔ اس فریضے کی جانب مسلمان متوجہ ہو جائیں تو ملک سے نفرت و تعصّب اور ظلم و تشدد کے بادل چھٹ سکتے ہیں۔

فریضہ دعوت کی ادائیگی کے لیے یکسوئی حاصل ہو تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اب اگلا مرحلہ عملی اقدام کا ہے۔ شیطان عملی اقدام سے روکتا ہے۔ شیطان داعی کو بہکاتا ہے، محض نماز، روزہ پر قناعت کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور دعوت کے فریضہ سے غافل کرنا چاہتا ہے۔

### موہوم اندیشہ

شیطان داعی کو ڈرا تا ہے اور خیالی اندیشوں میں مبتلا کر کے اسے دعوت سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی کو سمجھاتا ہے کہ آج تک تم نے یہ کام نہیں کیا، یہ نیا کام ہے۔ چند لوگ اس کام کو کریں تو کافی ہے۔ ہر مسلمان کے لیے اس میں شرکت لازمی نہیں۔ یہ فرض عین نہیں، بلکہ فرض کفایہ ہے۔

ان سب بہکاؤں کے باوجود داعی آگے بڑھتا ہے تو شیطان ما یوس کرتا ہے کہ دعوت کی راہ میں کام یابی کی کوئی امید نہیں۔ خود مسلمان آج دین کے تقاضوں سے بے خبر ہیں۔ ان کو چھوڑ کر غیر وہ میں دعوت کی کام یابی کی توقع ہے۔ خام خیالی دین کی خدمت کا جذبہ ہے تو یہ بگڑے ہوئے مسلمان موجود ہیں۔ پہلے ان کی اصلاح کریں۔ جب یہ سدھرجائیں گے تو

ان کو دیکھ کر غیر مسلم خود اسلام قبول کرنے لگیں گے۔ آپ کو دعوت کے لیے اتنی کوشش کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ کبھی داعی کو شیطان اس اندیشہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کہی کرتا ہے کہ دعوت کے نتیجے میں فسادات شروع ہو جائیں گے، مخاطب ناراض ہو گا کہ اسے اس کے مذہب سے دور کر کے اسلام کو اس پر مسلط کیا جا رہا ہے۔

شیطان کے حر بے بے شمار ہیں۔ وہ کسی کو سمجھاتا ہے کہ ٹھیک ہے، یہ کام ضروری ہے، لیکن تمہارے پاس اس کی صلاحیت نہیں ہے۔ ضروری صلاحیتوں کے بغیر اس کام میں شرکت مناسب نہیں۔ پہلے صلاحیتوں کو اپنے اندر پیدا کرو، تاکہ دعوت دے سکو۔ دیکھو اللہ کے پیغمبر کتنے باصلاحیت اور عظیم انسان تھے۔ تمہارے پاس ضروری صلاحیتوں کا فقدان ہے۔ اس درجہ کی اعلیٰ سیرت و کردار تمہارے بس کی بات نہیں ہے، لہذا پہلے اس کی فکر کرو۔ کہیں کسی کو اس خیال میں مبتلا کرتا ہے کہ مدعو یا مخاطب کی زبان تمہیں نہیں آتی۔ بھلا اردو زبان کے ذریعے کہیں دعوت دی جاسکتی ہے۔ مخاطب کی زبان میں گفتگو کرنا ضروری ہے، اس لیے پہلے اس کی زبان سیکھ لینا چاہئے۔ ایک بڑا مغالطہ یہ کہی سامنے آتا ہے کہ آخر کوئی وجہ ہو گی کہ ملک میں بڑے علماء اور دانش وریں، لیکن فریضہ دعوت کی جانب متوجہ نہیں ہیں۔

### اندیشوں کا جائزہ

فریضہ دعوت کی ادائیگی کے سلسلے میں مسلمانوں نے بالعموم غفلت بر تی ہے۔ اگر یہ فرض کفایہ ہے تو بھی موجودہ حالات میں اس کی اہمیت غیر معمولی ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

”فرض کفایہ سے مراد یہ ہے کہ اتنے لوگ اس فرضیہ کو ادا کرنے والے موجود ہوں جو اس کی ادائیگی کے لیے کافی ہو جائیں، اگر کسی فرض کفایہ کی ادائیگی اس وقت تک نہ ہو پائے جب تک سارے لوگ اس میں نہ لگ جائیں تو وہ اس وقت فرض عین کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جیسا کہ جہاد کے بارے میں فقہاء کی تصریحات موجود ہیں۔ اب اگر صرف غیر مسلم بھائیوں تک یہ دعوت پہنچانے کی بات ہو تو ان کی تعداد 80 نصید ہے گویا ہر مسلمان کو کم سے کم چار غیر مسلم بھائیوں تک دعوت پہنچانی ہے۔“

ظاہر ہے کہ اگر ہزار دو ہزار افراد یا مسلمانوں کی کوئی ایک دو تنظیم یا کسی خاص علاقے کے مسلمان اس کے لیے جدوجہد کریں تو پوری انسانیت تک اسلام کی دعوت کیوں کر پہنچ سکتی ہے۔ (کلیدی خطاب، سہ روزہ سمینار، دعوت الی اللہ، ضرورت، امکانات اور وسائل، ۱۲ تا ۱۵ نومبر ۲۰۱۵ء۔ عمر آباد، صفحہ: ۱۰)

اس سلسلے میں کام یابی کی حقیقت تو یہ ہے کہ خلوص ولیبیت کے ساتھ جو فرد بھی دعوت دے گا وہ پہلے ہی قدم پر کام یاب ہے، خواہ ساری عمر کام کرتے کرتے گزرجائے اور ایک فرد بھی ایمان قبول نہ کرے۔ کیوں کہ ہدایت دینا داعی کا کام نہیں نہ یہ اس کے بس میں ہے کہ کسی کے دل میں ہدایت ڈال دے، اس کا کام تو صرف حق کو پہنچانا ہے۔ قرآن میں انبیاء کرام کی دعوت کوششوں کا تذکرہ موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ تمہارے ذمے پیغام کو پہنچانا ہے، ہدایت دینا تمہاری ذمہ داری نہیں۔ راہِ دعوت کی کام یابی یہی ہے کہ دم آخر تک ثابت قدم رہ کر عزم وہمت کے ساتھ دعوت دی جائے اور صرف اللہ تعالیٰ سے اجر طلب کیا جائے۔ داعی کی کام یابی شیطان کی ناکامی ہے۔ کتنے انبیاء ایسے گزرے جن کے پیروؤں میں صرف ایک یا چند افراد کا ذکر آتا ہے، یعنی قوم نے انھیں حجھلا دیا۔ لیکن وہ دعوت دیتے رہے اور بسا اوقات آخر وقت تک تمہارے ہے، تو کیا وہ ناکام ہوئے؟ قرآن کے مطابق وہ کام یاب رہے۔ ایک قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ آج دنیا میں حق کو قبول کرنے والے موجود ہیں۔ اسلام سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا منہ ہب ہے۔

اس بارے میں کوئی دورانیں نہیں کہ مسلمانوں کی اصلاح اور تربیت ناگزیر ہے۔ لیکن قرآن و سنت میں کوئی دلیل ایسی نہیں کہ جب تک مسلمانوں کی پوری طرح اصلاح نہ ہو جائے، اس وقت تک دعوت کا کام نہ کیا جائے۔ مسلمان اصلًا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے پابند ہیں۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے ایسی کوئی تعلیم دی ہے کہ مسلمانوں کی کلی اصلاح و تربیت کے بعد ہی دعوت کا آغاز کرنا چاہیے۔ دونوں محااذہ یک وقت تو جو چاہتے ہیں۔ یہ کام ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں۔ دعوت کے بغیر اصلاح و تربیت کا شعور ناقص اور ناکمل ہے۔ ہم اللہ کی رحمت سے توقع رکھتے ہیں کہ بگڑے ہوئے مسلمان اپنے برے اعمال کی

سزا بھگنے کے بعد بالآخر جنت میں داخل ہوں گے۔ لیکن اگر کوئی فردا آخر وقت تک شرک پر قائم رہ کر توحید کے بغیر مرتا ہے تو کیا وہ کبھی جہنم سے نجات پاسکے گا؟  
 دعوت کے لیے ڈگری، تعلیٰ قابلیت یا ہنسکی شرط نہیں یہ سب ہوں تو دعوت کے کام میں مددگار ہوں گے۔ جو شرط اصل ہے وہ یہ کہ دعوت کا جذبہ موجود ہو، انسانوں سے محبت ہو، انہیں جہنم کے خوف ناک عذاب سے بچانے کی فکر ہو۔ حق بات کو پیش کرنے کی جرأت ہو۔ حق کے بارے میں کوئی ڈر، خوف نہ ہو اور کسی سے مروعہ بیت نہ ہو۔ دعوت کا کام کرتے ہوئے داعی اکیلانہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ بظاہر معمولی تعلیم اور کم تر درجے کی صلاحیتوں کے باوجود کتنے بھی داعیوں نے پیغام حق پہنچایا۔ بظاہر اعلیٰ حیثیت کے غیر مسلموں کو دعوت دی اور کام یاب ہوئے۔

جہاں تک زبان کی صلاحیت کی بات ہے، بلاشبہ یہ ایک دعوتی ضرورت ہے۔ ضروری ہے کہ داعی اپنے مخاطبین کی زبان سیکھیں۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو کم از کم مخاطبین کی زبان میں اسلام کی بعض اصطلاحات کا ترجمہ یاد کر لیں۔ مثلاً جنت، دوزخ، قبر، عذاب، توحید اور شرک وغیرہ کو سمجھا سکیں۔ اس کے بعد زبان کا عذر ایک حد تک دور ہو جائے گا۔ مخاطبین کی زبان سیکھنے کے لیے اس دور میں بہت سہولت اور آسانی میسر ہے۔

کسی فریضہ کے سلسلے میں بنیادی دلیل قرآن و سنت کی ہے۔ بہر حال کوئی عالم دین یا دانش ور دعوت کی اہمیت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی اس اہم فریضہ کو ادا کرنے کے لیے نہ اٹھتے تو آپ تہاٹھنے کا عرم کریں، پھر آپ کو دیکھ کر دوسرا لوگ شامل ہوں گے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ علماء اس کام کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہیں۔ ہر جگہ آپ کو ایسے علماء میں گے جو عملاً دعوت کا کام کر رہے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بے بنیاد عذر کام آئے گا کہ علماء دعوت کا کام نہیں کر رہے تھے اور کیا اس طرح اس کے مواخذہ اور باز پرس سے آپ پنج سکینیں گے۔

### دعوت کے بارے میں چند حقائق

دعوت کا مقصد ہدایت پہنچانا ہونا چاہیے، یہاں تک کہ مخاطبین پر حق کی جگہ قائم ہو جائے، کوششوں کے ساتھ مخاطبین کی ہدایت کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے۔

داعی جانتا ہے کہ موت کے بعد کی زندگی ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس زندگی میں جہنم کے عذاب سے نجات پانا اور جنت کا حصول حقیقی کام یابی ہے۔ بندے کے لیے ابدی مسرت اور کام رانی رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کے حصول میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دعوت کا محکم صرف رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کا حصول ہے۔

یہ پاکیزہ اور حقیقی محرك ہے۔ کچھ لوگ نادانی کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ دعوت اس لیے دی جائے کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو، یا مسلمانوں کو اقتدار ملے، مسلم قوم کے مفادات محفوظ ہوں۔ یہ ناقص محركات ہیں۔ ان محركات کے تحت جو دعوت دی جائے گی وہ اپنی ڈگر سے ہٹ جائے گی۔ یوں دعوت کے ضمنی فائدے بہت ہیں۔

مؤثر ترین بیری ہے کہ مخاطبین خواہ آپ کی باتوں کو تسلیم کریں یا نہ کریں داعی ہمیشہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے۔ انسانوں کی بے لوث خدمت کا کوئی موقع باقتحم سے نہ جانے دے۔ دعوت کے کام میں عجلت نہ برتے فوراً کسی نتیجے پر اصرار نہ کرے۔ داعی کوبات چیت کرتے رہنا چاہیے یہاں تک کہ اطمینان ہو جائے کہ مخاطب نے پیغام کو سمجھ لیا ہے اب اس کو قبول کرنے کا فیصلہ اس کو کرنا ہے۔ مخاطب پر کوئی بات بے جبر مسلط نہ کی جائے۔

دعوت کے کام میں گفتگو کے علاوہ فولڈر، کتابی، DVD وغیرہ اچھے ذرائع ہیں۔

آج کل پڑھنے پڑھانے کے رجحان میں کمی آئی ہے۔ اس لیے کتابوں کے ساتھ دیگر ذرائع بھی استعمال کیے جائیں۔ اسلام کے تعارف، غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کے ازالے کا کام دعوت کی تمہید ہے۔ مخاطبین کے ساتھ حسن سلوک، اور بے لوث خدمت ہمارا انسانی فریضہ ہے۔ انسانی مسائل میں دل چسپی، ان کے حل کے لیے کوشش اور پدایت کے لیے دعا دعوتی مزاج کی خصوصیات ہیں۔

دعوت کے نکات توحید اور آخرت ہیں۔ آخرت کی ابدی زندگی میں نجات ہر انسان کا ذاتی مسئلہ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اسلام اچھا ہے، لیکن مسلمان برے ہیں، اس لیے آپ ہمیں دعوت نہ دیں، بلکہ پہلے مسلمانوں کی اصلاح کریں، تو اس بات کے جواب میں آپ انہیں سمجھا جاسکتے ہیں کہ اخروی زندگی میں کوئی انسان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہر ایک اپنی انفرادی حیثیت میں ذمہ دار ہو گا اور اس سے اُسی کے اعمال کی باز پرس ہو گی۔

## دعوت کے موقع سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے

دعویٰ کام کرنے کے لیے موقع کی کمی نہیں ہے۔ وہ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ دعوت کو پیش کرنے کے موقع پر خاموش رہ جانا اور حق کو پیش نہ کرنا نقصان کا سودا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس موقع پر دعوت پیش کی جاتی تو مخاطبین سن لیتے اور وہ ان کی سمجھیں آتی۔ ایک واقعہ پر غور فرمائیں۔

ہمارے ایک دوست دائی ہیں۔ وہ ایک بڑے شہر کے اسپتال میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنا واقعہ سنایا۔ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک غیر مسلم بھائی آئے اور ایک ساتھی یا دوست کے بارے میں دریافت کیا۔ ان کے دوست اسپتال ہی میں کام کرتے تھے اور وہ چند ماہ قبل ملازمت ترک کر کے دوسرا جگہ ملازمت پر جا چکے تھے۔ میرے دوست نے جب یہ بات بتائی تو وہ غیر مسلم بھائی جانے لگے۔ میرے دائی دوست نے انہیں بڑی محبت اور اپنا نیت سے چائے نوشی کی دعوت دی۔ انہوں نے خوشی سے یہ دعوت قبول کر لی۔ اس دوران تعارف ہوا اور دعویٰ گفتگو کا موقع مل گیا۔ میرے دوست نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور گفتگو کے بعد کچھ طریق پر مطالعہ کے لیے انہیں دیا۔

ایک اور واقعہ کا ذکر مفید ہوگا۔ جماعت اسلامی کے تین ارکان، جوماشاء اللہ عما لا ادعا ہیں، ایک ڈاکٹر سے پہلے سے وقت طے کر کے ملاقات کے لیے گئے۔ ڈاکٹر غیر مسلم تھے۔ یہ ہڈیوں کے علاج کے ماہر تھے اور کئی اونچی ڈگریاں رکھتے تھے۔ خود داعیوں میں سے ایک ڈاکٹر تھے۔ غیر مسلم ڈاکٹر نے تینوں کو ملاقات کے لیے اپنے کمرے میں بلالیا۔ وہاں پہلے سے ایک مریض، جو ریٹائرڈ آفسر تھے، موجود تھے۔ انہیں ڈاکٹر صاحب سمجھا رہے تھے کہ ریٹائرمنٹ سے پہلے ہی منصوبہ بندی کر کے چند لاکھ روپے اپنے علاج کے لیے جمع کر لینا چاہیے تھا۔ آپ نے یہ نہیں کیا۔ علاج کے اتنے لاکھ روپے کہاں سے آئیں گے۔ اس بڑھاپے میں بڑی رقم کے بغیر علاج کیسے ہو سکے گا؟ مریض غاموشی سے یہ سب سنتا رہا اور تھوڑی ہی دیر میں واپس چلا گیا۔ تینوں داعیوں کا غیر مسلم ڈاکٹر سے باہمی تعارف ہوا اور گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہمارے ایک دائی نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف کی کہ مستقبل سے متعلق اندریشے یا خطرے کی بنیاد پر

منصوبہ بندی کی ضرورت پر متوجہ کرنا بالکل صحیح تھا۔ پھر داعی نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب مر نے کے بعد ایک ہمیشہ کی زندگی آنے والی ہے۔ اس کے لیے منصوبہ بندی اور اس پر عمل کا زمانہ ہی دنیوی زندگی ہے۔ آپ نے کبھی اس کے بارے میں بھی سوچا ہے؟ ڈاکٹر صاحب چونک پڑے اور بتایا کہ وہ مر نے کے بعد کی ابدی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ انہیں تفصیل سے اسلام کا عقیدہ آخرت سمجھایا گیا، انہوں نے غور سے سنا اور کچھ سوالات کیے۔ اس کے بعد مزید دل چسپی کا اظہار کیا۔ انہیں بنیادی دعوتی لٹریچر اور ترجمہ قرآن دیا گیا۔

یہ دو واقعات محض نمونے کے طور پر درج کیے گئے، تاکہ دعوت کا کام کرنے والوں کو اندازہ ہو سکے کہ جو مواقع ملتے ہیں، ان کو سیلیقے اور حکمت کے ساتھ دعوت کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ لاپرواں اور سابلی سے مواقع کو کھونا افسوس ناک ہے۔

### دعوتی سرگرمی کو نتیجہ خیز بنائیں

دعوت کی سعی کو ادھور انہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس کو نتیجہ خیز بنانا چاہیے۔ اگر مخاطبین ترک تعلق کریں تو داعی کو بے چین ہو جانا چاہیے۔ بہر صورت ملاقات اور گفتگو کو اپنی طرف سے بند نہیں ہونے دینا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ باقاعدہ ہدف بنا کر نتیجہ تک پہنچانے والا (Result Oriented) کام کریں۔ اس دوران ان کے مسائل کو سمجھتے ہوئے مناسب حل بتائیں اور ممکن حد تک تعاون پیش کریں۔

مخاطبین کی خیر خواہی کی مثال سورہ لیسین میں پیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کا تند کرہ کیا ہے۔ اس میں تین پیغمبروں نے دعوت الی اللہ کا کام کیا۔ بستی کے لوگوں نے تینوں کو چھٹلا دیا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ وہ پیغمبروں کی مخالفت میں آگے بڑھ گئے۔ اس کی خبر ایک ایسے شخص کو ہوئی جو پیغمبروں کی دعوت قبول کر چکا تھا اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ شہر پہنچ کر قوم کو پیغمبروں کی بات ماننے کی تلقین اور مخالفت سے باز آنے کی دعوت دینی چاہیے۔ چنانچہ وہ دوڑتا ہوا آیا اور قوم کو سمجھایا، لیکن قوم نے مخالفت کے اندھے جنون میں مردموں کو شہید کر دیا۔ سورہ لیسین میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہید کو جنت میں داخل کر دیا۔ قوم کے لیے اس کی خیر خواہی دیکھنے کے جیتے جی اس کے اندر قوم کے لیے خیر خواہی کا

جذبہ تو تھا ہی، لیکن مر نے کے بعد اس نے کہا: کاش میری قوم کو معلوم ہو کہ میرے رب نے میری مغفرت کر دی اور مجھے نکر میں، (اعزاز یافتہ اصحاب) میں شامل فرمایا۔

فرض کیجئے، کسی مقام پر داعی کو مخاطبین سے حوصلہ افزا جواب نہیں ملتا یا منفی رویہ سامنے آتا ہے۔ ایسے موقع پر دعویٰ گفتگو نہ ہو سکے تب بھی انسانی تعلقات کو قائم رکھنا چاہیے۔ توقع ہے کہ آپ کے حسن اخلاق اور سلوک سے مخاطب ضرور متاثر ہوں گے۔ کوشش ہو کہ ان سے تعلق ختم نہ ہو۔ داعی کو نا امید اور مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھنا چاہیے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ دلوں کو بدلنے والی ہستی بس اُسی کی ہے۔

### وحدتِ ادیان کا مسئلہ

ذوق کا کام کرنے والوں کو ایک عملی مسئلہ یعنی وحدتِ ادیان سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ برادران وطن کا مذاہب کے بارے میں مشہور دعویٰ یہ ہے کہ تمام مذاہب برقی ہیں۔ اللہ، خدا، رام، رحیم، کراست و ایشور، ان کے نزدیک سب ایک ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام دریا جا کر سمندر ہی میں تو گرتے ہیں، یا کسی منزل تک پہنچنے کے لیے کئی راستے ہوتے ہیں۔ آپ ان میں سے کسی بھی راستے جائیں تو منزل پاہی لیں گے۔

یہ ایک حساس اور نازک مسئلہ ہے۔ اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ مذاہب یادِ دین اللہ کی طرف سے پہلے انسان اور پیغمبر حضرت آدم کو دیا گیا۔ اس کے بعد دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں میں اللہ نے پیغمبر اور انبیاء بھیجے گئے تھے وہ سب اُسی ابتدائی دین اسلام کے علم بردار تھے۔ آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ نے اپنی طرف سے کوئی نیادِ دین پیش نہیں کیا یا نئی تعلیم پیش دی، حضرت آدم جس اسلام کے داعی اور علم بردار تھے اُسی کو آخری مرتبہ کامل شکل میں پیش فرمایا۔ اسلام وحدتِ ادیان کا نہیں، بلکہ وحدتِ دین کا اعلان کرتا ہے۔ البتہ وہ چاہتا ہے کہ کثیر مذاہب والے سماج میں امن و امان ہو اور رواہاری برقراری جائے۔ عقیدہ و مذاہب کے سلسلے میں زور زبردستی، دھنس دھاندلی سے کام نہ لیا جائے۔

داعی کو وحدتِ ادیان پر سمجھیگی، درد و سوز اور حکمت کے ساتھ گفتگو کرنی ہوگی۔ ٹھنڈے ذہن و قلب کے ساتھ مخاطبین کو سمجھانا ہوگا۔ مخاطبین مذاہب پر عمل کرتے ہوں یا نہ

کرتے ہوں اس سے جذباتی عقیدت رکھتے ہیں اس لیے وحدت ادیان کا سہارا لے کر آبائی مذہب پر مجھے رہنے کو درست قرار دیتے ہیں۔ یہ رو یہ کسی دلیل یا حکمت و بصیرت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ٹھوس اور سنجیدہ مطالعہ نہ ہونے کی بنا پر ہوتا ہے۔ مخاطب کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے مذہب کو بھی حق مانا جائے۔ آپ ان کو بتائیں کہ اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب دنیا میں ہیں ان کی تاریخ آغاز انسانیت سے نہیں شروع ہوتی، بلکہ بعد کے دور میں وہ مذہب وجود میں آئے۔ اسلام آغاز انسانیت سے انسان کا حقیقی دین ہے۔ ویدک دھرم یا سنت دھرم قدیم ترین مذہب کہلاتا ہے، لیکن اس کی تاریخ محض چار ہزار سال کی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ چار ہزار سال سے پہلے آباد انسانوں کا مذہب کون ساتھا۔ اسی طرح بدھ مت اور جین دھرم کو دیکھتے، ان کی تاریخ ڈھانی ہزار سال پرانی ہے۔ انسان تو اس سے پہلے سے زمین پر آباد تھا تو اس وقت اس کا مذہب کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جتنے مذاہب (سوائے اسلام کے) پائے جاتے ہیں ان میں سے کوئی ابتداء تاریخ میں موجود نہ ہوا۔

وحدت ادیان کے تعلق سے ایک اہم سوال اور بھی ہے۔ اگر سارے مذاہب برحق ہیں تو سب سے ایک ہی ہدایت ملنی چاہیے۔ کیا واقعی ایسا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مذاہب کے راستے الگ الگ ہیں۔ تعلیمات میں کچھ اخلاقی قدر میں مشترک ہیں، بقیہ میں اختلاف ہی نہیں بلکہ تضاد کی کیفیت ہے۔ ایسی صورت میں سب مذاہب کے برحق ہونے کا دعویٰ کیے کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کی جانب سے انسانوں کی مادی و جسمانی ضروریات کے پورے کرنے کا بدرجہ اتم انتظام کیا گیا ہے اور یہ پہلے دن سے ہے۔ اس مہربان خالق کائنات کے ہر کام میں حکمت کا فرما ہے، آپ اس سے کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ اس نے انسان کی سب سے اہم ضرورت یعنی ہدایت کی ضرورت پر توجہ نہ کی ہوگی؟ زندگی کے لیے کوئی ہدایت نامہ دیے بغیر انسانوں کو دنیا میں بھیج دینا، کیا قرینِ انصاف ہے؟ کیا خالق نے انسان کو یہ ذمہ داری بھی سونپ دی کہ اپنے لیے مذہب تم خود بنالو؟ کیا واقعی کوئی انسان یا انسانی گروہ دوسرے انسانوں کے لیے یا تمام انسانوں کے لیے کوئی مذہب تجویز کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے، نادان انسان کے لیے یہ ممکن نہیں۔ غور کرنا چاہیے کہ اللہ کی جانب سے آغاز انسانیت میں ہدایت اور رہنمائی کے لیے کون سا مذہب آیا؟

اللہ کے اس سچے مذہب کی خصوصیات کیا تھیں؟ اس کی کھوج اور تلاش کرنا ہر انسان کا بنیادی فریضہ ہے۔ اس میں کسی مذہب کی تو بین کا سوال نہیں۔ مذہب کا احترام لمحظہ رکھتے ہوئے خدائی مذہب کو تلاش کرنا اہم کام ہے۔ فرض کریں کہ ایک شخص نے اپنے آبائی مذہب کو حق سمجھا، پوری زندگی بسر کر لی، موت کے بعد خالق کے سامنے حاضر ہوا اُسے بتایا گیا کہ تم نے آبائی مذہب پر زندگی بسر کی مگر وہ میں بحق تھا۔ چنانچہ ابدی ناکامی تمہارا مقدر ہے۔ کیا کوئی شخص اس انعام کو پسند کر سکتا ہے۔

وحدت ادیان کے مسئلے پر گفتگو کے دوران مخاطبین سے اپیل کریں کہ وہ اس اہم مسئلہ پر جذبات اور تعصبات سے بلند ہو کر محض حق کی تلاش کے جذبے سے غور کریں، اپنے خالق سے سچے دل سے مدد اور رہنمائی طلب کریں۔ آپ انہیں اس موضوع پر مناسب کتابچے یا فوائد رس مطالعے کے لیے دے سکتے ہیں۔

### فریضہ دعوت کے لیے علمی و عملی تیاری

فریضہ دعوت کی ادائیگی کے لیے مطلوبہ علمی تیاری ضروری ہے البتہ یہ نیاں صحیح نہیں کہ کسی خاص علمی سطح تک پہنچ کر ہی دعوت کا کام کیا جاسکتا ہے۔ جو معلومات حاصل ہوں ان کے ساتھ آغاز کرنا چاہیے۔ عملًا کا درجہ دعوت اولیٰ تیاری دونوں کام ساتھ ہوں گے۔ علمی تیاری دعوت دین کے کام میں مددگار ہوگی اور دعوتی تجربات سے حصول علم کی ترغیب ملے گی۔ اگر دعوت کا جذبہ نہ ہو تو صرف علمی تیاری سے کیا حاصل ہوگا؟ اس لیے جذبے کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ علمی تیاری کے لیے آج بہتر ذرائع میسر ہیں۔ دائی اپنے وقت کی منصوبہ بندی کرے اور علمی تیاری کے لیے وقت فارغ کرے تو وہ کام یا ب گفتگو کر سکتا ہے۔ ایسے ماہرین کی ضرورت ہے۔ خود مسلمانوں کو دعوت کے سلسلے میں تربیت دینی ہے۔ میدانِ دعوت میں سرگرم اصحاب کی رہنمائی اور مسائل کے حل کی نشاندہی ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص ان صلاحیتوں کا حامل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہر جگہ ایسے ماہرین ہونے چاہئیں جو داعیوں کی مدد کر سکیں۔ علمی تیاری کے لیے کارکنانِ دعوت کو دین کا نہم حاصل کرنا چاہیے۔ خصوصاً ان کی توجہ علم کے بنیادی مأخذ پر ہوئی چاہیے۔ مطالعے

اور استفادے کے لیے نشان دہی درج ذیل ہے:

- + قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر۔
- + احادیث کے جامع مجموعے۔
- + سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہ۔
- + اسلام کے جامع تعارف پر بنی اسریب پر۔
- + علمی و فکری تیاری کے لیے دعویٰ تربیت کے اجتماعات اور ورک شاپس۔
- + دیگر مذاہب کے مطالعے کے لیے مستند کتب (Comparative Study of Religions)۔
- + مذاہب کا مطالعہ عملی زندگی کے علاوہ مذہبی رہنماؤں، اور اہل دانش سے تبادلہ خیال اور فیلڈ میں راست متعلقہ سماج کا مطالعہ۔
- + انٹرنیٹ پر موجود مواد کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ۔

علمی تیاری کا ایک اہم ذریعہ خود دعوت کے عملی تجربات ہیں۔ ایک غیر مسلم بھائی سے تعارف اور تعلق کے بعد مذہبی تصورات، عقائد اور تہواروں و رسم کے متعلق گفتگو ہو گی جو معلومات حاصل ہوں گی وہ کتابوں سے حاصل ہونے والی معلومات سے کم اہم نہیں ہوں گی۔ علمی اور عملی تیاری کا حاصل یہ ہے کہ داعی میدان دعوت میں پوری طرح سرگرم ہو۔ اور اس داعی کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو۔ وہ دعوت کو حکمت کے ساتھ پیش کرنے، عمدہ نصیحت کرنے اور احسن طریقے پر بحث و مباحثہ کرنے کے قابل ہو سکے۔ اس سلسلے میں قرآن کی رہنمائی اس طرح ہے۔

**أُذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْبَوْعَظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلُهُمْ**

(آل: ۱۲۵)

**إِلَيْنِي هُنَّ أَحَسَنُ**

”اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجئے، حکمت کے ساتھ اور عمدہ نصیحت کے

ساتھ اور مباحثہ کیجئے تو ایسے طریقے پر جو انتہائی بھلا ہو۔“

اس آیت میں دعوت دین کے طریقے کے متعلق جامع اور اصولی رہنمائی دی گئی ہے۔ یہ بنیادی نوعیت کی رہنمائی ہے۔ اس میں درج ذیل ہدایات دی گئی ہیں:

- (۱) دعوت لازماً رب کے راستے کی طرف ہونی چاہیے۔ اس کو چھوڑ کر کسی اور راستے کی

طرف دعوت نہیں دی جاسکتی۔

(۲) دعوت حکمت کے ساتھ دینی چاہیے۔

(۳) نصیحت عمده انداز میں دردوسوں کے ساتھ کرنی چاہیے، جس سے دل نرم ہوں اور حق پر غور کرنے کے لیے آمادگی پیدا ہو۔

(۴) مباحثہ (نہ کہ مناظرہ) ناگزیر ہو تو بھلے طریقہ سے کرنا چاہیے۔

ان نکات کی تفصیل یہاں بیان نہیں کی جا رہی ہے۔ تفاسیر میں تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔

عام داعیوں کے لیے علمی تیاری کا ایک پروگرام ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

☆ روزانہ ترتیب اور تسلسل کے ساتھ قرآن کا ترجمہ اور تفسیر کی مدد سے مطالعہ کیا

جائے۔ قرآن کتاب ہدایت اور کتاب دعوت ہے۔ اس میں دعوت کے مراحل، داعی کے

اوصاف اور دعوت کے طریقوں کا تذکرہ موجود ہے۔ پیغمبروں نے دعوت کس طرح دی؟ دعوت

کے بنیادی نکات کیا ہیں؟ قوموں نے اس کا کیا جواب دیا؟ اتمام جھٹ کس طرح ہوا؟ یہ سب

تفصیل قرآن مجید میں محفوظ ہے۔ دعوت سے متعلق ہر وہ اہم بات، جس کا داعی کے لیے جانا

ضروری ہے، بیان کی گئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن پر غور و فکر کے ذریعہ سے اس

کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ عربی زبان سیکھ کر راست تدبر قرآن بہت ہی افضل

بات ہوگی۔ عربی زبان سیکھنے کے لیے آج گھر بیٹھے انٹرنیٹ کے ذریعے سہولتیں حاصل ہیں۔

آج بہت سی اچھی تفاسیر دست یاب ہیں۔ ان میں تفہیم القرآن (۲ جلدیں) جسے

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا ہے، بہت ہی ممتاز اور منفرد ہے۔ خاص طور پر دعوت کے

سلسلے میں جو مواد اور معلومات تفہیم القرآن میں ہیں وہ دوسری تفاسیر میں کم ہی ملیں گی تاہم دیگر

تفاسیر سے بھی ضرور استفادہ کریں۔ غرض قرآن کے زیر سایہ را دعوت کا سفر طے کرنے سے

داعی یہ محسوس کرے گا کہ قرآن گویا با تھہ پکڑ کر اس راہ پر اس کی رہنمائی کر رہا ہے۔

☆ قرآن کے بعد مطالعہ کے ضمن میں سب سے زیادہ اہمیت احادیث اور سیرت

رسول ﷺ کی ہے۔ احادیث کی کتابوں میں سے کوئی کتاب منتخب کر لیں۔ سیرت رسول

ﷺ پر چھوٹی بڑی کتابیں ملتی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کتاب کا انتخاب کر لیں اور پابندی

سے مطالعہ کریں۔ اہم اور ضروری باتوں کو نوٹ کر لیں۔ خاص طور پر سیرت رسول ﷺ کے اہم واقعات نوٹ کر لیں۔ برادرانِ وطن واقعات سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ پروگراموں میں سیرت کے واقعات سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ مطالعہ قرآن و حدیث اور سیرت رسول ﷺ و سیرت صحابہؓ کی روشنی میں داعی کو درج ذیل موضوعات پر خاص تیاری کرنی چاہیے۔

- + انسان کی عظمت، انسانی مساوات، عورت کے حقوق۔
- + توحید، رسالت، آخرت۔ کے قرآنی اور عقلی دلائل، قرآن کا طرز استدلال، ان کے تقاضے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں، زندگی پر ان کے اثرات۔
- + شرک، اوتار واد، آوگمن، ذات پات کے نظام کے متعلق درست معلومات۔ عقلی بنیاد پر ان کی تردید۔
- + اسلام مکمل نظام حیات کیوں اور کس طرح ہے؟ اسلام کی امتیازی خصوصیات۔
- + مسلمان عورت کے حقوق، طلاق، تعدد ازدواج، پرده۔
- + موجودہ ماحول میں مسخ شدہ تاریخ فرقہ پرستوں اور فسطائی ذہن کے علم برداروں کی فریب دہی کا بڑا ذریعہ ہے، جس سے وہ عوام کے ذہنوں میں زہر گھول رہے ہیں۔ تاریخ کے سلسلے میں بتانا چاہیے کہ یہ لازم نہیں کہ تمام مسلم بادشاہ اسلام کے حقیقی ترجمان رہے ہوں۔ بادشاہوں کی دلچسپی تو سلطنت کے قیام اور توسعہ واستحکام سے ہوتی تھی۔ انہوں نے اچھے کام بھی کیے اور کچھ کام اُن سے غلط بھی ہوئے ہوں گے۔ تاریخ کی روشنی میں یہ بات صحیح نہیں ہے کہ توارکے زور سے انہوں نے اسلام پھیلایا۔ حکمرانوں کے اچھے کاموں کو سراہنا چاہیے اور غلطیوں سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ان کی لڑائیاں غیر مسلم بادشاہوں، راجاؤں سے ہوتیں لیکن۔ مسلمان بادشاہوں نے آپس میں بھی چھوٹی بڑی جنگیں کی ہیں۔ اسی طرح ہندو راجاؤں کی بھی آپس میں جنگیں ہوتی ہیں۔ مسلمان بادشاہوں کے سپہ سالار ہندو اور راجپوت ہوتے تھے اور ہندو راجاؤں کے لشکر میں مسلمان اور پٹھان شامل ہوتے تھے۔ تاریخ کو مسخ کرنا، انسانیت کے مفاد میں نہیں ہے۔

تاریخ کے سلسلے میں جانکاری ضروری ہے۔ مسلم حکم رانوں کی بہت سی اچھی صفات تھیں۔ مثلاً راداری، رعایا کے ساتھ، عدل و انصاف، سب کے لیے امن و سلامتی، یہ سب تاریخ میں موجود ہے۔ بعض عناصر تاریخ کو توڑ مرور کر پیش کر کے نفرت پھیلانے کا کام کر رہے ہیں۔ یہ افسوس ناک صورت حال ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے صحیح تاریخ کو پیش کرنا چاہیے۔ داعیوں کے لیے معلومات کا حصول اور علمی تیاری پر توجہ ضروری ہے اور منصوبہ بند کو ششون کی طالب ہے۔

خصوصی دعاۃ یا مامہرین تو کم ہی ہوتے ہیں۔ البتہ ضروری تیاری، ہر شخص کر سکتا ہے۔

تیاری کا پروگرام یہ ہو سکتا ہے:

- + مدعاوین یا متحاطبین کی زبان سیکھیں۔ ممکن ہو تو سنیسکرت زبان بھی جانیں۔ محض زبان ہی نہیں، بلکہ سماجی اور تہذیبی زندگی کے بارے میں اچھی جانکاری حاصل کریں۔
- + مذاہب کا تقابلی مطالعہ Comparative study of Religions کریں۔
- + مباحث، ڈائیلگ، ڈیبیٹ اور ڈسکشن جیسے پروگراموں کے لیے تیاری کریں
- + TV پروگراموں میں شرکت اور گفتگو کے لیے تیاری ہو۔
- + دعوت کس طرح آج کے سماجی مسائل کو حل کرتی ہے؟ اس موضوع پر اسلام کا نقطہ نظر وضاحت سے سمجھیں۔ مسائل کے حل کے لیے اسلام کی تعلیمات کو موثر انداز میں بیان کریں۔

- + اسلام کا بہ حیثیت نظام زندگی۔ بھی مطالعہ ہونا چاہیے۔ مثلاً اسلام کے معاشی، تعلیمی، سیاسی، معاشرتی، اخلاقی و روحانی نظام کو سمجھانے کی صلاحیت دائی میں ہو۔ وہ دلائل کے ساتھ بتاسکے کہ اسلام کا معاشی نظام معاشی مسائل حل کرتا ہے بھوک، بے روزگاری، غربت، امیر و غریب کے بڑھتے فرق کا ازالہ کرتا ہے معاشی ظلم و نا انصافی اور استھصال کو دور کرتا ہے۔ اسلام کا اخلاقی نظام سماجی و اخلاقی بگاڑ کو دور کر سکتا ہے سیاسی نظام آج کی سیاسی خرابیوں پر قابو پاتا ہے۔
- + سوچل میڈیا کو ضروری مہارت، اور احتیاط کے ساتھ دعوت کے لیے استعمال کریں۔

+ علمی تیاری کا ایک اہم میدان یہ ہے کہ برادران وطن کے مختلف طبقات اور روحانی تحریکات کا مطالعہ کیا جائے۔ مثلاً آدیواسی طبقہ، مظلوم اور محروم طبقات۔ روحانی تحریکات (برہما کماری، گائزی پریوار اور آرٹ آف لیونگ) کی علمی تحقیقی استدی ضروری ہے۔

---